

حضرت علیؑ کی جنگی خدمات اور حکمت عملی

* ڈاکٹر ممتاز احمد سالک

Hazrat Ali (R.A) was the man of battle who spent his life for the uplift of Islam and died as a martyr. From the first battle of Badr, he remained with the Holy Prophet in almost all battles. He is the conqueror of the fort of Khyber. During the period of His rulership (Khilafat) he has to face a lot of internal conflicts after the martyrdom of Hazrat Usman (R.A). He coped with these conflicts with wisdom & judiciousness. This article reveals handsome information regarding the policies & strategies for war and peace opted by Hazrat Ali (R.A).

حضرت علیؑ کی پوری زندگی ایک مجاہد کی زندگی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ کے کفرستان میں دعوت حق کا اعلان کیا تو دس سلاکی عمر کے یہ نھیں سے مجاہد اس پر لیک رکھتے ہوئے آزمائش و ابتلاء کے میدان میں کوڈ پڑتے ہیں۔ حق و باطل کے کارزار میں اپنی معصوم سی جان کو تھیلی پر رکھتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں۔ کبھی ہمیں وادیٰ نخلہ میں آنحضرتؐ کے ساتھ مصروف عبادت نظر آتے ہیں اور کبھی ایام حج میں نبی کریمؐ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ساتھ عام جمیعون میں دعوت و تبلیغ میں منہک۔ اور کبھی کبھی تو یہ بھی ہوتا ہے آنحضرتؐ کے ساتھ خانہ کعبہ تشریف لے جاتے ہیں اور بتؤں کو توڑ پھوڑ کر عیب دار کر دیتے ہیں۔ ایک مرتبہ پغمبر خدار نے اپنے اہل خاندان تک اسلام کا پیغام پہنچانے کی ۸ لئے دعوت کا اہتمام کیا تو حضرت علیؑ ہی اس کے نتظام بنے آنحضرتؐ نے کھڑے ہو کر فرمایا۔

یا بنی عبد الملک! خدا کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا و

آخرت کی بہترین نعمت پیش کرتا ہوں بوتم میں سے کون

اس شرط پر میرا ساتھ داتیا ہے کہ میرا معاون و مددگار ہو گا۔

چالیس کے چالیس شرکاء ناموش ہیں۔ حضرت حمزہ، حضرت عباسؓ اور ابو لهب و ابو طالب جامد و ساکت بیٹھے ہیں مگر شیر خدا علی مرتضیؐ کی آواز بندہ ہوتی ہے۔

* ایسوی ایٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ پنجاب، لاہور

گوئیں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں اور مجھے آشوب چشم
کا عارضہ ہے اور میری ٹانگیں تکلی ہیں تاہم میں آپ کا
معاون و مددگار اور دست و بازو بنوں گا۔ 1

رسول اکرمؐ تین مرتبہ لوگوں سے مخاطب ہوتے ہیں اور تینوں مرتبہ حضرت علیؐ ہی اٹھ کر
لبیک کہتے ہیں۔ محفل برخواست ہو جاتی ہے مگر تارتخت یہ ثابت کرتی ہے انہوں نے زندگی کے ہر مرحلے
اور آزمائش کی ہر گھری میں جانشناختی کی لازوال داستانیں رقم کر کے اپنے وعدے کو سچ کر
دکھایا۔ مکہ کی سنگلار خ وادی میں ظلم و استبداد کے آلا و میں سلگتے ہوئے تقریباً تیرہ سال بیت گئے اہل
ربان کو ہجرت کا حکم دے دیا گیا وہ گروپوں کی شکل میں چھپ چھپ مدینہ کی جانب روانہ ہو گئے اور
پہچھے تین افراد رہ گئے۔ سرور کو نین، حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ آنحضور گوہی ہجرت کا حکم ملا
مگر ابھی انسانیں ادا کرنا باقی تھیں۔ انکی ادا یعنی کیلئے حضرت علیؓ کو اپنے بستر پر لٹاتے ہیں۔ جو آپؐ کی
سبر چادر اوڑھ کر ایسے عالم میں سو جاتے ہیں کہ رات تاریکی میں ڈوب چکی ہے۔ اور گھر کے باہر
قریش کے ہر قبیلے سے تعلق رکھنے والے ایک ایک فرد پر مشتمل ایک گروہ ارادہ قتل کی نیت سے گھیرا
ٹنگ کر چکا ہے۔ 2 بقول شبی نعمانی ”حضرت علیؓ کو معلوم ہو چکا تھا کہ قریش آپؐ کے تقل کا ارادہ کر
چکے ہیں اور آج کی رات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بسترِ خواب قتل گاہ کی زمین ہے لیکن فاتح خیر
کیلئے قتل گاہ فرش گل تھا۔ 3 تین دن تک خدا کے یہ سپاہی مکہ کی گلیوں میں ظاہر پھرتے رہتے ہیں پھر
اپنی ذمہ داری ادا کر کے رسول اکرمؐ سے جاتے ہیں۔ 4

یہ ہے ان کی کمی زندگی کی ایک جملک۔ صرف چند مثالیں۔ ان سے یہ اندازہ لگانا مشکل
نہیں کہ ان کی زندگی کا ایک ایک پل ایسے جہاد کا حصہ تھا۔ جو اگرچہ خاموش تھا غیر محسوس تھا مگر مصائب
و تکالیف کے اعتبار سے لاثانی۔ یہی وہ مرحلہ تھا جس میں اسلام اپنے احیا کیلئے اور جاہلیت اپنی بقا کے
لئے بر سر پیکار نظر آتی ہے۔ جاہلیت کے پاس مادی وسائل تھے افرادی قوت تھی اور اثر و اقتدار کے
ہتھیار۔ مگر اسلام کے پاس دلائل و براہمین کے علاوہ کچھ نہ تھا۔ حضرت علیؓ کشمکش کے اس عالم میں
اپنی توانائیاں صرف کرتے ہوئے بچپن کی سرحدوں سے گزر کر جوانی کی دہلیز پر پہنچ گئے۔

اہلِ ایمان جب مدینہ پہنچے تو اسلامی ریاست منصہ شہود
پر ابھر آئی۔ اہلِ باطل اسے نیست و نابود کرنے کی غرض
سے مسلح مقابلے کے لئے تیار ہو گئے۔ اسلام اور
جاہلیت کی تفہیم ایک نئے مرحلے میں داخل ہو گئی
مسلمانوں کو جہاد بالسیف کی اجازت دے دی گئی اور
یہ آیت اتریا جازت دے دی گئی ہے ان لوگوں کو جن
کے خلاف جنگ کی جارہی ہے۔ یہ لوگ یہں جو اپنے
گھروں سے ناحق نکال دیئے گئے صرف اس قصور پر
کہوہ کہتے ہیں۔ ہمارا رب اللہ ہے۔ 5

اب قدم بقدم معرکے پیش آئے۔ قدم بقدم تصادم ہوئے۔ یہ وہ دور ہے جس میں
حضرت علیؑ کی جنگی صلاحیتیں نکھر گئیں۔ ان کا فطری اور پیدائشی جو ہر چمک اٹھا۔ اگر ایک انسان فن
حرب کا ماہر ہو تو اس کا دل جراءت و شجاعت سے بریز ہو، صرف خدا کی رضاہی اس کا مقصد ہوا اور
دست و بازو میں جوانی کی قوت ہو تو پھر وہ ناقابلِ تسبیح بن جاتا ہے۔ سوائے خدا کی تقدی و مشیت
کے کوئی اور چیز اسے یقین نہیں کر سکتی۔ بھی وجہ ہے کہ حضرت علیؑ نے تمام غزوات میں نمایاں اور پر جوش
کردار سر انجام دیا۔ ان کی بہادری اور دلیری کی دھاک پورے عالم عرب پر بیٹھ گئی۔ جب بھی کسی
کے مقابلے میں شمشیر برہنہ لے کر نکلتے تو تقدیر خداوندی ان کی ضرب کاری میں ڈھل گئی۔ نہ جانے
کتنے ہی مشرکوں کے جسموروح کا ناطران کی تلوا کی دھارنے کاٹ دیا۔

بدر کے میدان میں اس وقت کے جنگی قاعدہ کے مطابق پہلے انفرادی مقابلہ ہونا تھا قریش
کے تین نامی بہادر میدان میں نکل آئئے جن کی قیادت عتبہ بن ربعیہ کر رہا تھا اور اس کے ساتھ اس کا
بیٹا ولید اور بھی شیبہ تھے۔ انہوں نے مقابلے کے لیے لکارا مقابلے میں حضرت عوفؓ، حضرت معوذؓ
اور حضرت عبد اللہ بن رواۃؓ نکلے۔ عتبہ نے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا ہم انصار ہیں۔
قریشیوں نے کہا ہمیں آپ سے لڑنے کی ضرورت نہیں پھر کہا 'اے محمدؐ! صرف ان مقابلہ کرنے

والوں کو ہماری طرف بھج جو ہماری قوم سے ہوں،۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اے بنی ہاشم کھڑے ہو جاؤ اس حق کے ساتھ قتال کرو
جس کے ساتھ اللہ نے تمہارے نبی کو مبعوث
کیا۔ کیونکہ وہ اپنے باطل کو لائے ہیں تاکہ اللہ کے نور کو
گل کر دیں۔

حضرت علیؐ، حضرت حمزہ اور حضرت عبیدہ میدان میں نکل آئے۔ حضرت علیؐ نے اپنے مدد
 مقابل ولید کو ایک ہی ضرب سے ڈھیر کر دیا پھر آگے بڑھ کر حضرت حمزہ کی مدد کی اور ان کے مقابل
شیبہ کو قتل کر دیا پھر دونوں نے نمل کر عتبہ کا کام تمام کر دیا۔ 6

غزوہ احمد میں قریش نے پلٹ کر دوبارہ حملہ کیا تو مسلمانوں کا علم مصعب بن عیمر کے ہاتھ
میں تھا۔ وہ شہید ہو گئے تو حضرت علیؐ نے اپنے ہاتھ میں تھام لیا اور بے جگری سے اس کی حفاظت کرتے
رہے۔ آنحضرت جب رخی حالت میں تھے تو حضرت علیؐ انہیں پیڑاڑ پر لے گئے اپنی ڈھال میں پانی
بھر کر لاتے اور حضرت فاطمہؓ کو دھوتیں۔ بقول ابن سعد "یوم احمد میں جب لوگ بھاگے تو حضرت
علیؐ ان لوگوں میں سے تھے جو نبیؐ کے ساتھ ثابت قدم رہے انہوں نے آپؐ سے موت پر بیعت کی۔ 7
غزوہ احمد کے بعد بنو قریظہ اور بنو نصیر کو جب بد عہدی کے باعث جلاوطن کیا گیا تو حضرت
علیؐ پیش تھے اور علم انہیں کے ہاتھ میں تھا۔ غزوہ خندق میں انہوں نے عمر و بن عبد جیسے بہادر
آدمی کو جہنم واصل کیا۔ 6ھ میں صلح نامہ حدیبیہ کو ضبط تحریر کے لئے آنحضرت علیؐ کو ہی حکم دیا۔
خیبر کے علاقے کو فتح کرنے کے لئے 7ھ میں فوج کشی کا پروگرام بنایا گیا تو بست سی دفینتیں پیش آئیں
کیونکہ یہودیوں نے بڑے بڑے مضبوط قلعے بنار کئے تھے جن کا فتح کرنا دشوار تھا۔ آنحضرت علیؐ نے ایک
قلعہ قوس کو فتح کرنے کے لئے پہلے حضرت ابو بکر اور پھر حضرت عمرؓ کی زیر قیادت مہمیں بھیجنے مگر
کامیابی نہ ہوئی۔ آخر ایک دن فرمایا۔

کل میں یہ نشان ایسے شخص کو دوں گا جس کے ذریعے

اللہ تعالیٰ خیر کے قلعہ کو فتح کریگا۔ خدا اور اس کے رسول
کو دوست رکھے گا اور خدا اور اس کا رسول اسے دوست
رکھیں گے۔

اگلی صبح ہوئی تو تمام صحابہؓ یہ امید رکھتے تھے کہ نشان ان کو دیا جائے گا آپؐ نے حضرت علیؐ
کو بلا کر یہ نشان دیا۔ 8

جب حضرت علیؐ قلعہ کے پاس پہنچے تو مقابلہ شروع ہو گیا ایک یہودی نے وارکیا تو آپؐ کے
ہاتھ سے سپر نکل کر دور جا پڑی۔ حضرت علیؐ نے قلعہ کے دروازہ کا کواڑ جو قریب تھا اٹھالیا اور اسے سے
ڈھال کی طرح کفار کے حربے روکنے ہوئے آگے بڑھے یہاں تک کہ جنگ سے فارغ ہوتے اور
قلعہ فرج ہو گا پھر آپؐ نے کواڑ پھینک دیا۔ 9 اسی دن سے حضرت علیؐ فتح خیر کا ہلاکتے۔

حضرت علیؐ کی قیادت میں اہل فدک کی طرف بھی یہم بھیجی گئی۔ یمن کی رفع مرتبہ
تشریف لے گئے۔ ان کے پیچے آنحضرت نے حضرت خالد بن ولیدؓ کو لشکر دے کر روانہ کیا اور
فرمایا ”اگر علیؐ سے تمہاری ملاقات ہو تو وہی تمہارے سردار ہونگے“ 10

یہ ہے حق و باطل کے بہت سے معروفوں میں سے چند کی محض رسی جھلک۔ اس سے یہ اندازہ
لگانا مشکل نہیں کہ حضرت علیؐ نے عہد نبویؐ میں ایک جانباز سپاہی کا کردار پیش کیا۔ ان کی امانت و
دیانت کا یہ علام تھا کہ یمن سے واپسی پر انہیوں نے سواری کے لئے زکوٰۃ و صدقات کے اونٹ
استعمال کرنے کی درخواست مسترد کر دی جب مدینہ پہنچ کر سعد بن مالکؓ نے رسول کریمؐ سے شکایت
کی تو انہیوں نے جواب دیا۔

اے سعد تم یہ ساری باتیں اپنے بھائی علیؐ کے متعلق کہہ
رہے ہو! بخدا علیؐ اللہ کی فوج کے سالار ہیں۔

اسی قسم کی شکایت کے کسی اور موقع پر فرمایا ”لوگو علیؐ کی شکایت نہ کرو وہ خدا کی فوج کا لشکر
ہے۔“ 11 حضرت علیؐ کی شخصیت پر اس سے جامع اور کوئی تبصرہ نہیں کیا جا سکتا جو خود رسول اکرمؐ نے
فرمایا ہے۔ یہ ہے ان کی غلبہ دین کے لئے سمعی و جدوجہد کا صلا جو انہیوں نے تحریک کے اس مرحلہ

مُس راجام دی کہ انہیں خدا کی فوج کے سالار اور شکر کا لقب ملا۔ میدان جنگ سے انہیں جو تعلق اور وابستگی تھی اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ انہوں نے اپنے پہلے بیٹے کا نام حرب رکھنا چاہا کیونکہ یہ ان کی دلی آرزو تھی کہ وہ بھی ان کی طرح مجاہد بنیں۔ جہاد ہی ان کا محبوب مشغله تھا۔ یہی ان کا مرغوب فن تھا۔ اور ایک آدمی کی اولاد کے بارے میں اس سے بڑھ کر اور کیا خواہش ہو سکتی کہ وہ اس کے بعد محض مال و جایداد ہی کی نہیں بلکہ علوم و فنون اور اعمال و خصائص کی بھی وارث ہو۔ ان کے بیٹے کا ہی نام چل پڑنا اگر رسولؐ اپنے حسن امتحاب سے اپنے نواسے کا نام حسن نہ رکھ لیتے۔

روایات میں آتا ہے۔ حضرت علیؑ سوائے تبوک کے تمام غزوات میں آنحضرت صلعم کے ہمراہ رہے لیکن اس موقع پر انہیں گھر کی حفاظت کے لئے اہل خانہ ہی کے پاس رہنے کا حکم ملا۔ منافقین نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ علیؑ کو نماسمجھ کر چھوڑ گئے۔ ان کے کافوں تک یہ الفاظ پہنچے تو وہ ٹرپ اٹھے ہتھیار پہن کر مقام جرف میں آنحضورؐ کے پاس پہنچے اور عرض کی یا رسول اللہ کیا آپ بار خاطر خیال کر کے مجھے چھوڑ آئے ہیں؟ آنحضورؐ نے فرمایا نہیں۔ جنہوں نے تم سے یہ بات کہی ہے وہ جھوٹ بولتے ہیں میں نے تم کو فقط اپنے اہل و عیال کی حفاظت کے لئے چھوڑا ہے تم جاؤ اور وہیں رہو۔ اس کے بعد انہیں آپؐ نے جو الفاظ فرمائے وہ حضرت علیؑ کے علاوہ کسی اور کے حصہ میں نہ آ سکے۔ شاید اس کی وجہ یہی ہے کہ وہی ان کے سب سے زیادہ مستحق تھے۔ آنحضورؐ نے فرمایا:

علیؑ کیا تم اس بات سے راضی نہیں ہو کہ تمہیں مجھ سے

وہی نسبت ہو جو ہارون کو موسیٰ سے تھی مگر یہ بات ہے کہ

میرے بعد نبی نہیں ہے۔ 12

یہ قول بہت مختصر سا ہے مگر تاریخ کے ایک مکمل باب کا عنوان ہے۔ یہ خود ہی اپنی تشریح و وضاحت ہے۔ حضرت علیؑ جیسے ہی جانبازوں نے رسول اکرمؐ کی رفاقت و اطاعت کا حقن ادا کر کے 8 سال کی مختصر سے مدت کے اندر اندر باطل کو میدان جنگ میں شکست دے کر ان کے مرکز (مکہ) پر بھی غلبہ حاصل کرے اور اسلام کا جنڈا ہر طرف لہر دیا روایات میں آتا ہے کہ حضرت علیؑ کو حکم ہوا کہ حضرت سعدؓ بن عبادہ سے علم لے کر فوج کے ساتھ شہر میں داخل ہوں چنانچہ وہ کداء کی جانب

سے مکہ میں داخل ہوئے۔ اور مکہ بلا کسی خوزیری کے تسبیح ہو گیا۔ آنحضرت صلعم نے تین سو ساٹھ بتوں کو گردادیا۔ ایک بت بلندی پر تھا آپ حضرت علیؑ کے کندھوں پر سوار ہوئے تو وہ آپؐ کا بارہ سنجھاں سکے چنانچہ حضور پر نور نے حضرت علیؑ کو اپنے شانہ اقدس پر چڑھ کر اسے گرانے کا حکم دیا انہوں نے سلاخ سے اکھاڑ کر اسے پاش پاش کر دیا اور اس طرح خانہ کعبہ کی مکمل قطیعہ ہو گئی۔ اس کارروائی کے دوران رسول اکرمؐ کی زبان مبارک پر یہ آیت کریمہ تھی۔

جاء الحق و ذهق الباطل ان الباطل كان ذهقا.

ترجمہ: حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل مٹنے کے

لئے تھا۔ 13

حضرت علیؑ کے پیش رو خلفائے راشدین کا دور اس لحاظ سے بڑا ہم ہے کہ اس میں ان کی فکری وہنی صلاحیتوں سے بھر پور استفادہ کیا گا۔ اس عرصہ میں انہیں میدان جنگ کی بجائے میدان علم و فن میں اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملا۔ کیونکہ یہ مجلس مشاورت کے رکن تھے اسی لئے دیگر کبارِ صحابہ کی طرح مرکز ہی میں ان کا موجود رہنا حالات و وقت کا تقاضہ تھا۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد کچھ عرصہ تک آپ معاملات ملکی سے الگ رہے یہ ان کی فن سپہ گری میں مہارت ہی کا نتیجہ تھا کہ مفکرین زکوٰۃ کے خلاف حضرت ابو بکر صدیقؓ نے مہم بھیجنے کے لئے صحابہ کرام سے مشورہ کیا تو سپہ سالار بنانے کے لئے ابتداء میں حضرت علیؑ کا نام تجویز کیا گیا۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ ایک باران کے ہاں تشریف لے گئے تو انہوں نے فرمایا ”میں نے قوم کھائی ہے کہ جب تک قرآن نہ جمع کر لوں گا اس وقت نماز کے سوا اپنی چادر تک نہ اوڑھوں گا۔“ 14

چند ماہ بعد دوبارہ سرگرم عمل ہو گئے عہد فاروقی میں فتح بیت المقدس کے موقع پر اہل فلسطین نے یہ خواہش ظاہر کی کہ معابدہ امیر المؤمنین یہاں کو آ کر لکھیں چنانچہ جب روانہ ہوئے تو پیچھے حضرت علیؑ کو اپنا نسب مقرر کیا۔ اس بارے میں تمام اکابر صحابہؓ کا مشورہ شامل تھا۔ حل طلب مسائل کے لئے جو شعبہ افتاء قائم کیا گیا حضرت علیؑ اس کے بھی رکن تھے۔ نفہ و اجتہاد و قانونی مسائل کے بارے میں انہیں مکمل دسترس حاصل تھی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ خود پیغمبر خدا کی زیر تربیت پر وان چڑھے

انہیں کے گھر کے فرد تھے تمام مسائل ان سے بروقت دریافت کر لیتے تھے۔ مسلسل 23 سال ان کے ہدم و ہمراپ رہے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ کا قول ہے۔

ہم میں مقدمات کے فیصلے کے لئے سب سے موزوں علیؑ ہیں۔

ان کا شمار مفسرین کے بھی اعلیٰ طبقتے میں ہوتا ہے علم ناسخ و منسوخ سے واقف تھے۔ بچپن ہی سے لکھنا پڑھنا جانتے تھے اس لئے کتاب و حجی میں شامل رہے تھے۔ ان کا اپنا قول ہے کہ میں ہر آیت کے متعلق یہ بتاسکتا ہوں کہ یہا کہاں، کیوں اور کس کے حق میں نازل ہوئی۔ حضرت علیؑ کو مختلف علوم پر جو مہارت حاصل تھی وہی انہیں مختلف شعبوں کا امام بنادیتی ہے بقول عباس محمود العقار۔

علامے کلام و تجدید، علامے فقہ و شریعت اور علامے ادب و

بلاغت، ان سب کے حضرت علیؑ بلا استثناء اس تعداد ہیں۔ 15

یہ ہے وفات رسول مقبولؐ سے لیکر شہادت عثمان غنیؓ تک حضرت علیؑ کی سرگرمیوں کی تصویر۔ اس عرصہ میں ان کا میدان علوم و فنون، ان کا ہتھیار، اجتہادی بصیرت اور انکی جنگ جہالت کے خلاف تھی۔ اب رہا ان کا عہد خلافت۔ تو اس کا آغاز ہی فتنہ و فساد اور اضطراب و انتشار کی ایسی حالت میں ہوا کہ وقت کے ساتھ ساتھ اس کی شدت میں اضافہ ہتا گیا۔ اس کا دائرہ پھیلتا چلا گیا اور حضرت علیؑ کیلئے مشکلات نئی نئی شکلیں بدل کر آتی رہیں اور مسائل پیچیدہ سے پیچیدہ ہوتے گئے۔ حضرت عثمان کی پیشین گوئی حرف بحر صبح ثابت ہوئی جو انہیں نے قاتلین کو مخاطب کر کے کی تھی۔ فرمایا

اے قوم! مجھے قتل نہ کرو، کیونکہ میں والی ہوں، بھائی

ہوں، مسلمان ہوں، واللہ میں نے اپنے امکان بھر

سوائے اصلاح کے کچھ نہ چاہا، خواہ مجھ سے خطا ہوئی یا

صواب، تم لوگ اگر مجھ قتل کرو گے تو نہ تم کبھی متفق ہو

کے نماز پڑھو گے، نہ متفق ہو کے جہاد کرو گے اور نہ تمہارا

مال غنیمت تمہارے درمیان تقسیم ہو گا۔ 16

۱۸ ذی الحجه ۳۵ھ کو حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے۔ ان کی شہادت انتشار و اختران کے

طوفان کا پیش خیمه بن گئی ہر طرف خون آشام بگولے اٹھنے لگے تقدیر نے ان کو روکنے اور ان کا مقابلہ کرنے کے لئے حضرت علیؐ جسی پر عزم اور باہمیت شخصیت کا انتخاب کیا۔ مرکبہ اسلام کے اہل حل و عقد یعنی مہاجرین اور انصار اور تابعین پر یہاں تھے کہ اگر فوری طور پر خلیفہ کا انتخاب عمل میں نہ لایا گیا تو سرحد روم سے یکن اور افغانستان سے شمالی افریقہ تک پھیلی ہوئی یہ عظیم مملکت شورشوں کی پیٹ میں آ کے تباہ ہو جائے گی۔ ادھر با غیوں نے بھی جن کا مدینہ پر پار اس طبق قول علامہ جریر الطبری یہ حکمی دے دی کہ ”اے اہل مدینہ تم لوگوں کیلئے دودن کی مہلت ہے ان میں خلیفہ کا انتخاب کرو ورنہ خدا کی قسم ہم اس کے بعد علیؐ، طلحہ، زبیرؐ اور دیکھ بہت سے لوگوں کو تقتل کر دیں گے۔ اس اعلان کے بعد اہل مدینہ حضرت علیؐ کے پاس جمع ہوئے اور عرض کیا۔“ ہم آپ کی بیعت کے لئے تیار ہیں کیونکہ آپ نے اسلام کی خاطر مصائب برداشت کئے ہیں اور آپ ذو القربیؐ میں داخل ہیں۔ حضرت علیؐ نے فرمایا:-
بہتر یہ ہے کہ تم میرے علاوہ کسی اور کو خلیفہ بنالو کیونکہ ہمیں

روز بروز ایسے واقعات پیش آرہے ہیں۔ جن میں نہ تولد

ثابت قدم رہ سکتے ہیں نہ عقلیں قائم رہ سکتی ہیں۔

اہل مدینہ نے عرض کی ”ہم آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں۔ کیا آپ حالات نہیں دیکھ رہے ہیں؟ کیا آپ اسلام کی اس تباہی پر غور نہیں کرتے؟ کیا آپ ان فتنوں کو نہیں دیکھتے؟ کیا آپ کو اللہ کا کچھ بھی خوف نہیں۔“ 17

آخر کار حضرت علیؐ نے حالات کی ناسازگاری کے باوجود امت کے خیر و بھلانی کے پیش نظر خلافت کی بھاری ذمہ داری اٹھانا منظور کر لیا۔ اور اگلے روز مسجد نبویؐ میں جمع عام میں سوائے چند اصحاب کے سب نے بیعت کر لی۔ خلیفہ بنتے ہی حضرت علیؐ نے محسوس کیا کہ ان کی پہلی ذمہ داری یہ ہے کہ سلطنت میں امن و امان بحال کر کے اسے اندر و فی خطرات سے محفوظ کر لیں۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہو سکتا تھا جب تمام صوبے ان کی بیعت میں داخل ہو جائیں۔ دار الخلافہ کو با غیوں کے غلبہ و اثر سے نجات دلانے کی بھی یہی ایک صورت تھی کہ ان کی اپنی سیاسی پوزیشن مستحکم ہو جائے۔ پھر وہ بجا طور پر یہ بھی سمجھتے تھے کہ حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش برپا ہونے کی اصل وجہ ان

کے عمال کی بعض بے اختیاطیاں اور غلطیاں ہیں۔ اس لئے انہوں نے سب کو معزول کر دیا تاکہ ایک طرف لوگوں کی شکایات کا ازالہ ہو سکے دوسری طرف ان کی وہ سیاسی قوت ختم ہو جائے جسے وہ بیعت کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے یا مسلح بغاوت کرنے کے لئے استعمال کر سکتے تھے۔ ان کی جگہ معتمد علیہ عمال کا تقرر کر کے بھیج دیا مصروف، کوفہ اور یمن میں ان کی خلاف تسلیم کر لی گئی بصرہ تین گروہوں میں بٹ گیا کچھ مخالف تھے، کچھ حامی اور کچھ غیر جانبدار، اور شام میں حضرت امیر معاویہ خود مختار حاکم بن گئے۔ بیت المال اور شکر پر مکمل قبضہ کر لیا۔ حضرت علیؑ کی طرف سے بھیج گئے عامل سہل بن عنیف کو ان کے آدمیوں نے تبوک کے مقام سے والپس مڑنے پر مجبور کر دیا ان کے ذریعہ جب شام کے حالات کا رخ حضرت علیؑ کے معلوم ہوا تو انہیں نے حضرت طلحہؓ اور حضرت زیبرؓ کو بلا کر فرمایا۔

اے قوم جس بات سے میں تمہیں ڈراحتا تھا آج وہ پیش
آچکی ہے اور حالات ایسے پیش آگئے ہیں کہ ان کو ختم
کئے بغیر چارہ گا رہنیں یہ آگ کی طرح ایک فتنہ ہے کہ
آگ جب ایک بارگ جاتی ہے تو وہ بڑھتی اور بڑھتی
چلی جاتی ہے۔ 18

حضرت طلحہؓ اور زیبرؓ نے اصلاح احوال کے لئے مدینہ سے باہر جانے کی اجازت طلب کی جوانہیں دے دی گئی۔ پھر حضرت علیؑ نے اتمام جنت کے لئے حضرت معاویہؓ کے پاس ایک قادر کے ذریعے خط بھیجا جس میں لکھا۔

تمہیں چاہیے کہ فوراً میرے پاس حاضر ہو جاؤ کیونکہ
میں نے تمام گورنزوں کو طلب کیا ہے تاکہ ان سے (اپنی
خلافت اور فرمانبرداری) کا اقرار لوں جو بار میری گردن
میں آن پڑا ہے ان کی گردن میں بھی ڈالوں۔ 19

حضرت امیر معاویہؓ نے قادر کو تین ماہ تک بغیر جواب دینے کے روکے رکھا۔ پھر خالی ہاتھ والپس بھیج دیا اور پیچھے ایک شخص عبسی کو کاغذوں کا ایک پلندہ دے کر بھیجا۔ جب مہر توڑی گئی تو اس میں کچھ بھی

تحریر نہ تھا۔ جب حضرت علیؑ نے اس سے وہاں کے حالات کے بارے میں پوچھا تو اس نے جواب دیا۔
میں اپنے پیچھے ایسی قوم چھوڑ کر آیا ہوں جو قصاص کے
علاوہ کسی دوسری بات پر راضی نہیں۔

یہ تمام واقعات یہ ثابت کرنے کے لئے کافی تھے کہ شام کے گورنمنٹ کی
اطاعت کرنے پر تیار نہیں ہیں اور قصاص کا مطالبہ صرف لوگوں کو برداشت کرنے کی ایک چال ہے
کیونکہ کسی کی خلافت تسلیم کئے بغیر نہ تو اس سے مطالبہ قصاص کوئی معنی رکھتا ہے اور نہ ہی اس کا یہ صحیح
طریقہ ہے کہ ورثاء کے علاوہ کوئی اور اس کا دعویدار بن کر اٹھے اور وہ بھی قانونی چارہ جوئی کے بغیر۔
اس لئے حضرت علیؑ نے انہیں ایک خط میں لکھا۔

رہا تمہارا یہ مطالبہ کہ ہم عثمانؑ کے قاتلوں کو تمہارے
حوالے کر دیں، تو بھلا تمہیں اگر تمہارا ہی گمان ہے کہ تم
ہی اس کے زیادہ حقدار ہو تو پہلے میری اطاعت قبول کرو
پھر قوم کو میرے پاس فیصلے کے لئے لاو۔ 20

جب اصلاح کی تمام کوششیں ناکام ثابت ہوئیں تو حضرت علیؑ نے قوت کے ذریعے
حضرت امیر معاویہؓ و تعالیٰ فرمان بنانے کا ارادہ کر لیا اور شام کی تیاریں کرنے لگے۔ اسی دوران
معلوم ہوا کہ حضرت طلحہؓ، حضرت زیبرؓ اور حضرت عائشہؓ قصاص عثمانؑ کا نعرہ لگا کر ایک لشکر کے ساتھ
کوفہ اور بصرہ کی جانب روانہ ہو چکے ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد یہ بھی اطلاع ملی کہ انہوں نے بصرہ پر
لڑائی کر کے قبضہ کر لیا ہے۔ تو حضرت علیؑ کو بہت دکھ ہوا انہوں نے پہلے خطوط کے ذریعے انہیں ان کی
ذمہ داریاں یاد دلائیں۔ بات نہ بنی تو شام کی بجائے بصرہ روانہ ہو گئے۔ جب فوجیں آمنے سامنے
آئیں تو کسی کی بھی خواہش یہ نہ تھی کہ جنگ ہوا س لئے صلح کی بات چیت شروع ہوئی۔ جب آخری
مراحل میں داخل ہوئی تو مفسدین کو خطرہ پیدا ہوا کہ اس طرح ان کی خیر نہیں اس لئے انہوں نے ایک
خفیہ میٹنگ میں فیصلہ کیا کہ

جب کل دونوں فریق آپس میں ملیں تو جنگ چھیڑ دو اور انہیں سوچنے تک کامو مع نہ دو۔ 21

ان کی یہ سازش کامیاب ہوئی جنگ جمل برپا ہوئی جس میں دس ہزار آدمی شہید ہو گئے۔ فتح حضرت علیؑ کے حصے میں آئی مگر نفرت و قدورت کی وہ فصلیں اور بلند ہو گئیں جنہیں تمام اہل خیر گرانا چاہتے تھے۔ یہ جمادی الاول ۳۶ھ کا واقعہ ہے۔

حضرت علیؑ بصرہ میں امن و امان قائم کرنے کے بعد شام کی طرف بڑھے اتمام جنت کیلئے
حضرت معاویہؓ کے پاس وند بھیجا مگر انہوں نے حسب سابق صرف اطاعت ہی سے انکار نہ کیا بلکہ یہ حواب دیا
میرے پاس سے چلے جاؤ، میرے اور تمہارے درمیان
تلوار کے سوا کچھ نہیں۔ 22

اب جنگ کے سوا کوئی چارہ کارنہ تھا صفين کے مقام پر دونوں فوجوں کا آمنا سامنا ہوا۔ مختلف وقوفوں کے بعد بھڑپیں ہوتی رہیں۔ ۹ صفر ۷۳ھ کو حضرت عمار بن یاسرؓ، حضرت معاویہؓ کی فوف سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ جنہیں نبیؐ نے فرمایا تھا کہ تمہیں باغی گروپ قتل کرے گیا۔ اس واقعہ سے ایک طرف تو یہ ثابت ہو گیا کہ حضرت علیؓ پر تھے اور دوسری طرف ان کے حامیوں میں ایک نیا ولہ اور جوش پیدا ہو گیا۔ اسلئے اگلے روز سخت معز کہ برپا ہوا جب حضرت معاویہؓ کی فوج شکست کے قریب پہنچ گئی تو اس وقت حضرت عمرو بن العاصؓ نے حضرت معاویہؓ و مشورہ دیا کہ اب ہماری فوج نیزوں پر قرآن اٹھائے اور کہئے ”یہ ہمارے اور تمہارے درمیان حکم ہے“۔ اس کی مصلحت انہوں نے یہ بتائی ”اس سے علیؓ کے شکر میں پھوٹ پڑ جائیگی کچھ کہیں گے یہ بات مان لی جائئے اور کچھ کہیں گے نہ مانی جائے۔ ہم مجتمع رہیں گے ان کے ہاں تفرقة برپا ہو جائے گا۔ اگر وہ مان گئے تو ہمیں مہلت مل جائے گی۔“ 23 اس کے صاف معنی یہ ہیں کہ یہ محض جنگی چال تھی قرآن کا حکم بنانا سرے سے مقصود ہی نہ تھا۔ حضرت علیؓ یہ چال سمجھ گئے لوگوں کو لا کھ سمجھایا مگر وہ نہ مانے آخر جنگ بند ہو گئی۔ حضرت معاویہؓ نے اپنی طرف سے اپنے سب سے بڑے معاون حضرت عمرو بن العاصؓ کو حکم بنا پایا مگر حضرت علیؓ نے لوگوں کے اصرار سے مجبوراً حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی بجائے حضرت ابو موسیؓ

اشعری کو حکم بنایا۔ دونوں کو اس بات کا پابند بنایا گیا کہ وہ کتاب و سنت کی روشنی میں فیصلہ کریں گے۔ اور ایسی صورت میں فریقین اسے برسرو چشم قول کریں گے۔ اعلان تقریباً ۸ ماہ بعد ماہ رمضان ۱۳۶۷ء ۲۷ ہجری میں دوستہ الجندل کے مقام پر کیا جائے گا۔ اس وقت تک مکمل امن و امان کو قائم رکھا جائے گا۔ اس معاهدہ پر دونوں طرف کے لوگوں نے دستخط کئے۔ 24

حضرت علیؑ کی فوج میں شامل مختلف قبیلوں کے پاس جا کر اشاعت بن قیس نے معاهدے کیے مندرجات پڑھ کر سنائے تو وہی لوگ جنہوں نے حضرت علیؑ تو تحکیم کرنے پر مجبور کیا تھا یہ کہہ کر مخالفت کرنا شروع کر دی کہ اللہ تعالیٰ کے احکام میں انسانوں کو حکم بانا کفر ہے اور ایسی حالت میں کوئی کی جانب کوچ کیا کہ بقول علامہ لحری ”جب میدان صفين سے لوٹ کر آئے تو یہ سب ایک دوسرے کے دشمن تھے ہر ایک ایک دوسرے سے کینہ رکھتا تھا جب تک علیؑ کے لشکر میں رہے خوب خوش تھے لیکن جب تحکیم کا واقعہ پیش آیا تو یہ سب ایک دوسرے کی راہ روکنے لگے۔ آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دیتے اور کوڑے مارتے تھے۔ خارجی حضرت علی اور ان کے ساتھیوں سے کہتے ”اے اللہ کے دشمنوں نے احکام خداوندی میں مذاہبت سے کام لیا اور حکم بنایا، دوسرے ان کا یہ جواب دیتے ”تم نے ہمارے امام کو چھوڑا۔ ہماری جماعت کو منتشر کیا“ یہ لوگ حضرت علیؑ کے ساتھ کوئہ نہیں آئے بلکہ دورا میں کام کیا۔ ان کی تعداد بارہ ہزار تھی۔ انہوں نے منادی کر دی کہ ہمارا جنگی امیر شہنشہ بن زبی اور نماز کا امیر عبداللہ بن وہب ہو گا جب فتح ہو جائی تو خلافت کا کام مشورے سے طے پائے گا۔ اور بیعت اللہ عز وجل کے لئے ھو گی۔ جو امر بالمعروف اور نہیں المنکر پر ہو گی۔ 25

بدقتی سے حکمین کے اعلان فیصلہ تک کی یہ مدت بھی حضرت علیؑ کو سکون کا سانس لیکنے کی مہت فراہم نہ کر سکی۔ خارجیوں نے بغوات کرنا شروع کر دی۔ حضرت علیؑ نے انہیں راہ راست پر لانے کے لئے پہلے حضرت عبداللہ بن عباس کو روانہ کیا پھر خود بھی تشریف لے گئے۔ کچھ تو ٹھیک ہو گئے باقیوں کی سرکوبی کے لئے مہم بھیجنا پڑی جس کے بعد وہ نہر دان کی طرف بھاگ گئے۔ 26 اور عبداللہ بن وہب الراسی کو اپنا امیر بنایا۔

اسی عرصہ میں ثالثوں کے فیصلہ سنانے کا وقت آگیا۔ دونوں طرف سے چارچا ہوا فرادر مٹہ

اجمل کے مقام اذرح پر جمع ہوئے حضرت امیر معاویہؓ خود بھی وہاں پہنچ گئے اور ایک ایسا عجیب و غریب اعلان کیا گیا جس کی بنیاد ن تو قرآن و حدیث پر رکھی گئی تھی ناس میں حق اور ناحق کا لاحاظہ رکھا گیا اور نہ ہی وہ اُن حدود و اختیارات کے دائرے میں رہ کر کیا گیا تھا جو دونوں بزرگوں کیلئے کھینچا گیا تھا۔ حضرت ابو موسیؓ اشعری نے حسب فیصلہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے انتخاب خلافت لوگوں پر چھوڑ دیا مگر حضرت عمر بن العاص نے سوچے سمجھے منصوبے کے تحت حضرت علیؓ کو تو معزول کرنے کا اعلان کیا مگر حضرت معاویہؓ کو برقرار رکھا 27 اس طرح اصلاح احوال کی یہ آخری کوشش بھی حضرت معاویہؓ اور حضرت عمر بن العاص کی چالاکیوں کی بھیث چڑھ گئی۔

حضرت علیؓ نے مذکورہ وجہ کی بنا پر فیصلہ کو مسترد کر کے ایک بھرپور حملے کیلئے شام کی طرف جانے کا اعلان کرایا۔ اس لئے فوج جمع کرنے کیلئے اپنے عمال طور قبائل کے سرداروں کے نام خطوط روانہ کیئے تھیں کے مقام پر ہنچ کر بصرہ اور کوفہ کے تمام سرداروں، رؤساؤ اور قبائل کے سرداروں کو خطاب کیا انہیں جنگ کی ترغیب دی اور یہ بھی حکم دیا کہ اہل قبیلہ کے تمام قابل جنگ افراد کو بلا میں اس طرح تقریباً 67 ہزار کا شکر اکٹھا ہو گیا۔ ادھر خارجیوں کے پاس بھی خط لکھ کر معاونت کے لئے بلا یا لیکن انہوں نے یہ شرط رکھی کہ پہلے کفر کا اقرار کر کے تو بہ کرو پھر ہم اپنے اور تمہارے معاملات پر غور کر سکتے ہیں۔ ورنہ برابر مقابلہ کریں گے۔ 28 ظاہر ہے کہ یہ نہ تو قابل توجہ تھی نہ قبل تسلیم۔ حضرت علیؓ نے انہیں ان کے حال پر چھوڑ کر شامیوں کے مقابلے میں جانے کا ارادہ کیا۔ انہیں معلوم ہوا کہ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ پہلے خارجیوں سے جنگ کرنی چاہئے تو انہوں نے ایک تقریر کی اور فرمایا ”میرے نزدیک ان خارجیوں سے زیادہ یہ بعدہ لوگ ہیں اس لئے تم خارجیوں کا خیال چھوڑ کر اس قوم کے مقابلے پر چلو جو تم سے اس لئے جنگ کر رہی ہے تاکہ وجاہ بادشاہ بن جائیں اور اللہ کے بندوں کو ذلیل و خوار کریں۔“ 29 لیکن پے در پے ایسے واقعات پیش آئے کہ پہلے خارجیوں سے تصادم ناگزیر ہو گیا۔ انہوں نے حضرت عبد اللہ بن خبابؓ کو بلا وجہ پکڑ کر زمین پر لٹایا اور زخم کر دیا۔ ان کا خون پانی میں بہہ رہا تھا پھر ان کی عورت (جو حاملہ تھیں) کو پکڑا وہ بولیں میں تو ایک عورت ہوں کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے۔ انہوں نے ان کا پیٹ چاک کر ڈالا اور کے بعد انہوں نے بنو طے کی تین

عورتوں کو قتل کیا اور ام سنان الصیداویہ کو بھی قتل کیا۔ حضرت علیؑ نے حالات معلوم کرنے کے لئے حارث بن مرۃ العبدی کو سمجھا تو انہیں بھی کپڑ کر فوراً قتل کر دیا گیا۔ یہ اطلاع بھی حضرت علیؑ اور ان کے ساتھیوں تک پہنچ گئی۔ حضرت علیؑ کے ساتھ ان کے پاس جمع ہوئے اور بولے ”اے امیر المؤمنین کیا ایسے لوگوں کو آپ ہمارے اہل و عیال اور ہمارے مامور پر پیچھے چھوڑ کر شامیوں کی طرف جانا چاہتے ہیں کہ یہ بعد میں خوب غارت گری کر سکیں؟ بہتر یہ ہے کہ آپ ہمیں اس جماعت کے مقابلہ پر لے کر چلنے جب ہم ان سے فارغ ہوں ہمیں ہمارے شامی دشمنوں کے مقابلے پر لے جائے۔“ 30

حضرت علیؑ نے قاتلین حوالے کرنے کا مطالبہ کیا تو انہوں نے جواب دیا ”ہم سب نے ان آدمیوں کو قتل کیا ہے اور ہم سب ان لوگوں کا اور تم لوگوں کا خون حلال سمجھتے ہیں“۔ ان کو سمجھانے کے لئے حضرت قیس بن سعد، حضرت ابو ایوب انصاریؑ نے کوششیں کیں۔ حضرت علیؑ نے خود بھی جا کر ان سے خطاب کیا۔ مگر وہ ماننے کی بجائے جنگ پر آمادہ ہو گئے۔ دونوں لشکر آمنے سامنے آئے حضرت علیؑ نے حضرت ابو ایوبؓ و امان کا جھنڈا دیا جنہوں نے اعلان کیا۔

تم لوگوں میں سے جو شخص جنگ کئے اور کسی سے مفترض
ہوئے بغیر اس جھنڈا کے نیچے آجائے اس کے لئے
اماں ہے۔ اسی طرح جو شخص کوفہ یا مدائن چلا جائے گا یا
اس جماعت سے جدا ہو کر کسی اور جگہ چلا جائے گا اس
کے لئے بھی اماں ہے۔ باوجود کہ تم میں سے کچھ نے
ہمارے بھائیوں کو قتل کیا ہے لیکن تب بھی ہمیں تمہارا
خون بہانے کی چند اس ضرورت نہیں۔“ 31

حضرت علیؑ نے اپنے لشکر کو پہل کرنے سے منع کیا خارجیوں نے خود بڑھ کر زور دار حملہ کیا سخت مقابلے کے بعد شکست کھا گئے۔ اور اکثر مارے گئے اس جنگ کو جنگ نہروان کہتے ہیں۔ یہ ۳۸ھ میں پیش آئی۔

اس جنگ کے بعد حضرت علیؑ نے شامیوں کے مقابلے کے لئے چلنے کا حکم دیا تو ان کے

فوجیوں نے جواب میں بہانہ بنایا کہ

اے امیر المؤمنین! ہمارے پاس تیر ختم ہو چکے ہیں۔
تلواریں کندھوگئی ہیں اور نیزوں کی سانیں مڑگئی ہیں۔
اور ہم سب سے اکثر لوگ زخمی ہیں اس لئے آپ شہر
واپس چلئے تاکہ ہم دوبارہ اچھی طرح تیاری کر سکیں۔
اور شاید ہماری تعداد میں اضافہ ہو جائے۔ اور ہم میں
سے جو ہلاک ہوئے ان کی کمی پوری ہو جائے (حالانکہ
صرف سات سو آدمی مارے گئے)

حضرت علیؐ نے خطبات کے ذریعے ان کو جنگ کے لئے آمادہ کرنا چاہا۔ خاطر خواہ کامیابی
نہ ہوئی۔ آخر روز سا اور سرداروں کو مجمع کر کے رائے معلوم کی تو کچھ تو جواب سے گریز کر رہے تھے۔
کچھ صاف طور پر منکر تھے اور کچھ بردستی حضرت علیؐ کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے اور ایسے شاذ و نادر ہی
لوگ تھے جو خوشی کے ساتھ جنگ میں جانے کے لئے آمادہ ہوں۔ ایسی حالت میں کسی بڑے حملے کے
لئے جانا ناممکن تھا اس لئے ارادہ ترک کر کے واپس کو فے آنا پڑا۔

حوالہ جات

- ۱ طبری۔ بحوالہ خلفاء راشدین۔ شاہ ممین الدین، ص 246
- ۲ سیرت ابن ہشام، ص ۲۳۷
- ۳ سیرت ابن الجداوی، ص ۲۷۰
- ۴ طبقات ابن سعد حصہ سوم، ص ۲۰۶
- ۵ انچ آیت ۳۹، ۸۰
- ۶ سیرت ابن ہشام ص ۳۰۳، طبقات ابن سعد حصہ اول ص ۳۵۷
- ۷ طبقات ابن سعد حصہ سوم، ص ۲۰۷
- ۸ مشکوٰۃ شریف جلد سوم باب مناقب علیؑ
- ۹ سیرت ابن ہشام، ص ۳۶۲
- ۱۰ سیرت ابن ہشام، ص ۶۰۲
- ۱۱ علیؑ شخصیت و کردار، ص ۲۳۸
- ۱۲ طبقات ابن سعد جلد سوم، ص ۲۰۷
- ۱۳ خلفاء راشدین، شاہ ممین الدین ندوی، ص ۲۵۶
- ۱۴ تاریخ اسلام، شاہ ممین الدین ندوی، ص ۱۳۳
- ۱۵ علیؑ شخصیت و کردار، ص ۲۵۲
- ۱۶ طبقات ابن سعد، حصہ سوم، ص ۱۸۹
- ۱۷ تاریخ طبری، حصہ سوم، ص ۳۸
- ۱۸ تاریخ طبری، حصہ سوم، ص ۵۸
- ۱۹ مکتوبات حضرت علیؑ، ص ۶۱
- ۲۰ مکتوبات حضرت علیؑ، ص ۳۷۱
- ۲۱ تاریخ طبری، ص ۱۶۲
- ۲۲ خلافت و ملوکیت، ص ۱۳۵
- ۲۳ خلافت و ملوکیت، ص ۱۳۹، الطبری سوم، ص ۳۵۸
- ۲۴ تاریخ طبری، ص ۳۲۰

تاریخ طبری، مس	۳۸۵	۲۵
تاریخ ائمہ اثرا، مس	۳۷۱	۲۶
طبری، مس	۳۸۹	۲۷
طبری، مس	۴۱۰	۲۸
طبری، مس	۴۱۵	۲۹
طبری، مس	۴۱۸	۳۰
طبری، مس	۴۳۶	۳۱
